Economic Teachings and Views of Ancient Greek Philosophers

Muhammad Bilal Ebrahim[❁]

ABSTRACT

"We are all Greeks. Our laws, our literature, our religion, our arts, have their root in Greece" states Percy Bysshe Shelley in one of his poems. From philosophy to various practical sciences, the world definitely much owes to the Greeks. This is especially true for Western civilization, as the contributions of the Greeks to the fields of philosophy, science, literature, art, architechture, politics, etc., arguably form the cornerstone on which it was built. In fact, Greece is often called "the cradle of Western civilisation." Along with their contributions to politics, ethics, metaphysics, literature, etc., Greek philosophers played an important role in the development of economic thought in human history. This article endeavors to collect the economic teachings scattered in the works of various Greek philosophers and puts them in one place.

❁ Lecturer, Department of Islamic Studies, Islamabad Model College for Boys, H-۹, Islamabad. (bilalberberi@gmail.com)

متقدمین فلاسفۂ یونان کی معاشی تعلیمات وہدایات

محمد بلال ابراہیم ❁

تمہید بحث

ایک رائے کے مطابق یونانی تہذیب کی ابتدا آٹھویں صدی قبل مسیح میں ہوئی، جب کہ اس تہذیب کا مکمل خاتمہ پانچویں صدی عیسوی میں ہوا۔[۱] لیکن **انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا** میں قدیم یونانی تہذیب کی ابتدا بارہ سو قبل مسیح اور انتہا سن تین سو تیئیس قبل مسیح تک بتائی گئی ہے جب سکندر اعظم کی موت ہوئی۔[۲] مورے روتھ بارڈ کے مطابق یونان وہ پہلی تہذیب تھی جس نے دیومالائی کہانیوں سے بڑھ کر اپنے گرد پائی جانے والی حیرت انگیز کائنات کا عقلی مطالعہ کیا، اور مرتب (Systematic) سوچ کی بنیاد ڈالی۔ اس عقلی رویۂ فکر میں اہل یونان کا سرخیل اور مقدمۂ لشکر ارسطو (Aristotle) (۳۸۴ قبل مسیح تا ۳۲۲ قبل مسیح) تھا۔[۳] یونانی فلسفے اور طرز فکر کو جدید مغربی تہذیب وثقافت کی بنیاد کہا جاتا ہے۔[۴] انیسویں صدی کی مشہور انگریز شاعر پرسی بیشے شیلے (Percy Bysshe Shelley) کے مشہور الفاظ ہیں، جو اس نے اپنے شعری مجموعے Hellas کے دیباچے میں کہے:

> We are all Greeks. Our laws, our literature, our religion, our arts, have their root in Greece.[5]

(ہم سب یونانی ہیں۔ ہمارا قانون، ہماری ادبیات، ہمارا مذہب، ہماری آرٹ، سب کی بنیادیں یونان میں پائی جاتی ہیں۔)

❁ لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلام آباد ماڈل کالج برائے طلبا، ایچ-۹، اسلام آباد۔ (bilalberberi@gmail.com)

1– Carol G. Thomas, *Paths from Ancient Greece* (Leiden: Brill, 1988), 27–50.

2– Simon Hornblower, "Ancient Greek Civilization", *Encyclopedia Britannica*, accessed 08/05/17 http://www.britannica.com/EBchecked/topic/244231/ancient-Greek-civilization.

3– Murray Rothbard, "It All Began, As Usual, with the Greeks", *Mises Daily*, February 11, 2006, https://www.mises.org/library/it-all-began-usual-greeks.

4– *Paths from Ancient Greece*, 1-5.

5– Percy Bysshe Shelley, *Hellas: A Lyrical Drama* (London: The Shelley Society, 1886), viii.

فلاسفۂ یونان؛ جن کی کوششوں اور کاوشوں نے فن فلسفہ کو نمود، نمو اور ترقی بخشی، وہیں ان فلاسفۂ یونان کی تعلیمات میں جا بہ بجا معاشی رہ نمائی بھی ملتی ہے، گو کہ یہ معاشی تعلیمات ان کے اپنے زمانے کے معاشرے کی معاشی زندگی کے ارد گرد گھومتی نظر آتی ہیں، تاہم ان کے پیش کردہ کچھ اصول بجا طور پر آفاقی معاشی تعلیمات کہلانے کے مستحق ہیں، چناں چہ مقالہ نگار کے پیش نظر مشہور فلاسفۂ یونان کی تعلیمات میں سے ایسی ہی ہدایات کا استخراج اور انھیں یک جا پیش کرنا ہے، جن کا تعلق حیات انسانی کے معاشی پہلو سے ہو، مزید یہ کہ طوالت سے بچنے کی خاطر، اس استخراج اور پیش کش میں بیان کردہ آرا کے ساتھ ساتھ ان کے متعلق مختصر تجزیے و تبصرے پر اکتفا کیا گیا ہے، اور آخر میں نتائج بحث کے عنوان سے جملہ مباحث کی تلخیص پیش کی گئی ہے۔

قدیم یونانی تاریخ کی اجزابندی

قدیم یونانی تاریخ کو سلاطین اور ان کی سلطنت کے اعتبار سے پانچ زمانوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

- **آٹھویں صدی قبل مسیح سے پانچویں صدی قبل مسیح تک:** اس مدت کو آرکائیک زمانہ (Archaic Period) کہا جاتا ہے۔ اس زمانے میں یونان میں شہر اور ریاستیں آباد ہوئیں، کالونیاں بنائی گئیں، اسی زمانے میں یونان میں فارسی مداخلت بھی ہوئی۔ اسی طرح یہی وہ زمانہ ہے جب یونانی فلسفے اور یونانی فنون کی نمود ہو رہی تھی۔
- **پانچویں صدی قبل مسیح تا تین سو تیئیس صدی قبل مسیح:** یہ کلاسیکل زمانہ کہلاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ایتھنز نے شہرت پائی۔ ایتھنز علوم وفنون، اور حکمت وفلسفے کا مرکز تھا۔ یہیں سقراط پیدا ہوا، یہیں افلاطون کی اکیڈمی (Akademia) [۶] تھی اور یہیں ارسطو کی لائیسیم (Lyceum) [۷] تھی۔ گویا پورا یونانی فلسفہ ایتھنز ہی کی پیداوار ہے۔
- **تین سو تیئیس صدی قبل مسیح تا ایک سو چھیالیس قبل مسیح:** یہ زمانہ سکندر اعظم کی موت سے شروع ہوتا ہے، اور ہیلینیسٹک زمانہ (Hellenistic Period) کہلاتا ہے۔ اس زمانے میں یونان کی فرماں روا قوت نے مشرق وسطے تک نفوذ کیا۔ اس زمانے کی انتہا یونان پر رومی سلطنت کی ابتدا پر ہوتی ہے۔
- **ایک سو چھیالیس صدی قبل مسیح تا تین سو تیئیس عیسوی:** ایک سو چھیالیس صدی قبل مسیح میں رومی

۶۔ یہ افلاطون کی قائم کردہ تعلیمی درس گاہ تھی۔

۷۔ یہ ایتھنز کا وہ باغ تھا جہاں ارسطو درس دیا کرتا تھا۔

سلطنت کی یونان پر فرماں روائی سے یہ دور شروع ہوتا ہے اور اس کا اختتام شاہ قسطنطین کے بازنطینی سلطنت کی تشکیل پر ہوتا ہے۔

- **چوتھی صدی عیسوی تا چھٹی صدی عیسوی:** یہ وہ مدت ہے جب یونان رومی سلطنت کے زیر اثر ایک عیسائی مملکت و سلطنت کے طور پر ابھرتا ہے۔ پانچ سو انیتس عیسوی میں جسٹینین اول کے ایتھنز اکیڈمی بند کرنے کو اس دور کا خاتمہ شمار کیا جاتا ہے۔[۸] اس کے بعد روم کے علاقوں پر اہل اسلام کا دور فتح مندی شروع ہوتا ہے، اور قدیم یونان کی تاریخ کا باب بند شمار کیا جاتا ہے۔

اب ؛ جیسا کہ تمہید میں بیان ہوا، یونان کے مشہور فلاسفہ کے معاشی افکار کو بہ اختصار علاحدہ علاحدہ عناوین کے تحت یک جا بیان کیا جائے گا، اور ارسطو کی معاشی تعلیمات پر یہ بحث اختتام پذیر ہوگی۔ چوں کہ فرد وریاست کی معاشیات کے باب میں سب سے زیادہ تفصیلی مواد ارسطو ہی کے ہاں ملتا ہے، اس لیے دیگر فلاسفہ کی بہ نسبت؛ ارسطو سے منقول معاشی تعلیمات کو قدرے تفصیل سے ذکر کیا جائے گا۔

ہیسیئڈ (Hesiod)

یونانی معاشیات کے باب میں ہیسیئڈ (Hesiod) نامی شاعر سب سے پہلا معیشت دان شمار ہوتا ہے۔ یہ آٹھویں صدی قبل مسیح میں پیدا ہوا اور وسطی یونان کے صوبے بویوٹیا (Boeotia) کا باسی تھا۔[۹] ایک اندازے کے مطابق ہیسیئڈ اور ہومر (Homer) دونوں مشہور یونانی شاعر ایک ہی زمانے کے ہیں۔[۱۰] برٹرم شیفولڈ (Bertram Schefold) کے مطابق:

> .... essential foundations of the economic thought in Greek philosophy can be traced back to Homer. [11]
>
> (یونانی فلسفے میں پائی جانے والی معاشی آرا کی بنیادیں ہومر تک پہنچتی ہیں۔)

8- Sarah B. Pomeroy et al., *Ancient Greece: A Political, Social, and Cultural History* (Oxford: Oxford University Press, 1999), 110.

9- "It All Began, As Usual, with the Greeks".

10- Jasper Griffin, "Greek Myth and Hesiod" in *The Oxford History of the Classical World*, eds. J. Boardman, eds. J. Griffin and O. Murray (Oxford: Oxford University Press, 1986), 88.

11- Bertram Schefold, "Reflections of Ancient Economic Thought in Greek Poetry" in *Ancient Economic Thought*, ed. B.B. Price (London/ New York: Routledge, 1997), 104.

ہیسیئڈ ایک زراعت پیشہ خود کفایتی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اور جس علاقے میں بستا تھا اس کے بارے میں خود اس طرح تعارف کرواتا ہے کہ:

> "sorry place ... bad in winter, hard in summer, never good."
>
> (ایک کمزور سی جگہ، سردیوں میں بری، گرمیوں میں سخت، اور کبھی بھی اچھی نہ رہنے والی۔)

اس مضمون پر غور کرنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس علاقے میں پس ماندگی تھی، اور وسائل کی قلت (Scarcity) تھی، جو کہ اس کی تیار کردہ نظم سے، جس کا ترجمہ ورک اینڈ ڈیز (Work and Days) کے عنوان سے کیا گیا ہے، نمایاں ہوتی ہے۔ اس نظم کے آٹھ سو اٹھائیس اشعار میں سے ابتدائی تین سو تراسی اشعار معاشی مشکلات اور انسانی ضروریات وخواہشات کے بارے میں وسائل کی کم یابی اور عدم کفایت وغیرہ معاشی مضامین پر مشتمل ہے۔[۱۲] قلت وسائل کے خطرے سے نمٹنے کے لیے ہیسیئڈ نے اپنے نظریات پیش کیے ہیں جن کو بہ اختصار ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

- اپنے بیانیے کی ابتدا میں ہیسیئڈ آدم علیہ السلام اور باغ عدن کا حوالہ دیتا ہے، جب انسان کو کسی قسم کی قلت کا سامنا نہیں تھا، اور ازاں بعد دنیا میں اتارے جانے پر قلت وسائل کے مسئلے کا سامنا ہونا ذکر کرتا ہے۔
- انسان کو اپنی خدمات، اشیا اور وقت کو مہارت سے استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔
- خدمات اور اشیا کے استعمال میں حرکی وتوانا (Energetic) طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے۔
- محنت (Labor Work) انتہائی اہمیت کا حامل عامل پیدائش ہے۔
- انسان کو محنت پر آمادہ کرنے والا سب سے اہم ذریعہ انسان کی مادی ضرورت ہے۔ اس مادی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے محنت کرنے پر دو چیزیں انسان کو ابھارتی ہیں: ایک معاشرے میں کاہلی کو برا سمجھا جانا، اور دوسرا اپنے ساتھ رہنے والوں سے معاشی خوش حالی میں آگے بڑھنے کا مقابلہ کرنا۔
- اس معاشی مقابلے کو ہیسیئڈ خوش آئند تصادم (Good Conflict) کہتا ہے، جس کی وجہ سے معاشرے میں قلت وسائل کے باعث پیدا ہونے والی مشکلات کو کسی حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔
- اس خوش آئند تصادم کو صحیح رخ پر برقرار رکھنے کے لیے ہیسیئڈ ان تمام ذرائع معاش کی مذمت کرتا ہے، جو اس مقابلے کی فضا کو خراب کرتے ہوں، مثلاً چوری چکاری وغیرہ۔

12– "It All Began, As Usual, with the Greeks".

- اس طرح قابل مذمت عناصر کے معیشت میں شامل ہو جانے کے خطرے کے پیش نظر قانون اور عدل کا مطالبہ کرتا ہے۔[۱۳]

فیثا غورث (Pythagoras) تقریبا ۵۸۳ قبل مسیح تا ۵۰۷ قبل مسیح، دیمو قراطیس (Democritus) تقریبا ۴۶۰ء تا ۳۷۰ء قبل مسیح

ہیسیئڈ کے دو صدی بعد فیثا غورث مشہور یونانی فلسفی گزرا ہے۔اس کے پیش کردہ افکار کو ماہرین معاشیات مؤرخین نے منفی شمار کیا ہے[۱۴] اس لیے یہاں ان افکار کو زیر بحث لانا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ویسے تو دیمو قراطیس کو نظریہ ذرات کا باوا (Father of Atomic Theory) مانا جاتا ہے، تاہم معیشت کے باب میں بھی اس کے افکار منقول ہیں۔ یہ معاشی افکار دیمقراطیس کے منتشر محفوظ ادبیاتی نکات[۱۵] سے حاصل کیے گئے ہیں۔ان نکات کی کل تعداد ۳۰۰ ہے، جس میں سے ۸۰ کی نسبت اور استناد مشتبہ ہے۔[۱۶] ذیل میں ان منتشر نکات میں سے ان نکات کو پیش کیا جاتا ہے جن کو معاشیات کے باب میں دخل ہے، (گو کہ ان کا تعلق اخلاقیات سے بھی ہو)، ان نکات سے کشید افکار کو دیمو قراطیس کے معاشی تصورات کہا جا سکتا ہے۔

- ایک انسان کے لیے سب سے بہترین شے یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی ایسے گزارے کہ جس میں خوشی اور مسرت زیادہ ہو اور تکلیف و پریشانی اگر ہو تو کم ہی ہو۔(نکتہ ۱۸۹)[۱۷]
- خوشی و مسرت چوپاؤں کے گلوں یا سونے میں نہیں، یہ تو انسان کی روح سے منسلک ہوتی ہے جو انسان کے

13- Ibid.

۱۴- فیثا غورث کے فلسفۂ عددیت کا تذکرہ کر کے روتھ بارڈ اس پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتا ہے:

"Pythagoras thus contributed a sterile dead end to philosophy and economic thought..." Ibid; Murray N. RothBard, *Economic Thought Before Adam Smith* (Alabama: Ludwig von Mises Institue, 1995), 5.

۱۵- ان نکات کے لیے انگریزی زبان کا لفظ Fragment استعمال کیا گیا ہے، جس کے معنی جزو، ٹکڑا، پارچہ وغیرہ آتے ہیں۔ان معانی میں سے لفظ نکتہ کو اختیار کیا گیا، اس لیے کہ ان اقوال کی مناسب اردو تعبیر نکتہ ہی ہو سکتی ہے۔ دیگر تعبیرات اپنے سیاق کے اعتبار سے ان اقوال پر مکمل صادق نہیں آتی ہیں۔

16- *Economic Thought Before Adam Smith*, 15.

17- Ibid, 17.

خدا کا گھر ہوتا ہے۔(نکتہ ۱۷۱)،[18] جو شخص پیسوں کا غلام ہو، وہ کبھی درست رو نہیں ہو سکتا۔(نکتہ ۵۰)، اپنے علاقے سے نکل کر کام کاج کرنا، انسان کو خود انحصاری سکھاتا ہے، جو کی روٹی اور بھوسے کا بستر بھوک اور تھکاوٹ کی بہترین دوا ہوتے ہیں۔[19]

- ہمت اور جواں مردی خواہشات کا مقابلہ کرنے میں نمایاں ہوتی ہے، جیسا کہ میدان جنگ میں بھی نمایاں ہوتی ہے۔(نکتہ ۲۱۴) [20]
- جسم کی حقیقی ضروریات جس قدر ہیں وہ ہر شخص بغیر اضافی محنت اور بخل کے حاصل کر سکتا ہے۔ جو اشیا اضافی محنت اور بخل پر آمادہ کرتی ہیں اور ایک انسان کی زندگی کو تکلیف دہ بناتی ہیں ان کی خواہش جسمانی نہیں ہوتی، بلکہ وہ فہم انسانی کی غلطی کے باعث ابھرتی ہیں۔(نکتہ ۲۲۳) [21]
- ہر انسان کے لیے یہ بہت اچھا ہے کہ وہ اپنی زندگی خوب خوشی کے ساتھ گزارے اور جس قدر ممکن ہو کم سے کم غم اٹھائے، لیکن یہ اس وقت ہو گا جب انسان اپنی خوشیاں مادی اور فانی چیزوں سے وابستہ نہ کریں۔(نکتہ ۱۸۹) [22]
- روپیہ پیسہ بنانا کوئی غیر مفید کام نہیں، البتہ اگر یہ روپیہ بنانا غلط کاری کے ذریعے ہو تو اس سے بڑھ کر گھٹیا کام کوئی نہیں ہے۔(نکتہ ۷۸) [23] دولت کی خواہش ہر انسان کے دل میں ہمیشہ ہوتی ہے، اگر یہ دولت حاصل نہ ہو تو یہ انسان کو دوسرے انسانوں کے ساتھ بدعنوانی کرنے پر اکساتی ہے، اگر حاصل ہو جائے تو یہ انسان کو مختلف خدشات سے پریشان رکھتی ہے، اور اگر مل کر فوت ہو جائے تو انسان کو دکھ درد میں مبتلا کر دیتی ہے۔(نکتہ ۲۵ بی)[24] یہاں سے واضح ہوتا ہے کہ دیمو قراطیس سرمایہ دارانہ رویہ طلب دولت کے مخالف تھا۔

18– Julia Annas, "Democritus and Eudaimonism", in *Presocratic Philosophy: Essays in Honour of Alexander Mourelatos,* eds. Victor Caston and Daniel W. Graham (Aldershot: Ashgate, 2002), 326.

19– *Economic Thought Before Adam Smith*, 9.

20– "Democritus and Eudaimonism", 326.

21– Ibid.

22– Ibid.

23– Ibid.

24– *Economic Thought Before Adam Smith*, 9.

- وہ لوگ جو خوشی صرف اپنے پیٹ سے حاصل کرتے ہیں، محض کھانے، پینے اور شہوانی لذت حاصل کرنے کو مقصد بناتے ہیں، ان کی خوشیاں مختصر اور کم وقتی ہو جاتی ہیں، اور صرف کھاتے اور پیتے وقت تک رہتی ہیں۔ جب کہ ان کے غم اور درد بہت زیادہ ہوتے ہیں، اس لیے کہ وہ ایک جیسی چیزوں کی بار بار خواہش کرتے ہیں، جیسے ہی انھیں ان کی خواہش کردہ چیز حاصل ہو جاتی ہے وہ خوشی گم ہو جاتی ہے، اور وہ صرف معمولی سی مسرت ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ ازاں بعد پھر اسی چیز کی دوبارہ خواہش کرنے لگتے ہیں۔ (نکتہ ۲۳۵) [۲۵]
- ہر شخص کے لیے یہ جاننا مفید ہے کہ کب وہ بچت کرے، کب بھوک سہے، اور کب زیادہ خرچ کرے۔ (نکتہ ۲۲۹)[۲۶]
- ہر انسان کی معاشی تگ و دو معتدل انداز سے ہونی چاہیے، اس میں انتہا پسندی برتنا یا غیر مختتم مادی فوائد کی کوشش کرنا ٹھیک نہیں۔ (نکتہ ۱۰۲، ۳، ۲۸۵)۔[۲۷]
- خواہش صرف اسی مسرت کے حصول کے لیے کی جانی چاہیے جو از خود مفید اور قابل استعمال ہو۔ مزید یہ کہ کسی بھی چیز کے مفید ہونے کی قدر صرف اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ وہ کسی اچھے بھلے مقصد کے تحت ہو۔ (نکتہ ۱۲۵، ۲۰۷)[۲۸] لیکن یہاں یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ دیمو قراطیس اور سقراط دونوں کے ہاں اچھے، اور بھلے سے مراد روح کے لیے اچھا بھلا ہونا ہے، ان دونوں کی رائے کے مطابق اس اچھائی اور بھلائی کا تعلق مادی مسرت و منفعت سے نہیں ہے۔ (نکتہ ۴۰، ۳۴، ۲۶۷) [۲۹]
- تمام مسرتوں میں سب سے زیادہ میٹھی وہ مسرتیں ہیں جو کبھی کبھار پیش آتی ہوں۔ (قلت وسائل و اشیا کے حل کے متعلق دیمو قراطیس کا خیال یہ ہے کہ) اگر صرف چند اشیا ہی کی خواہش کی جائے تو یہ کم اشیا بھی بہت لگنے لگیں گی، اس لیے کہ ایسی طلب جو قیود کی پابند ہو وہ غریبی کو دولت مندی کے برابر کر دیتی ہے (نکتہ ۲۴ اے)، ایک بہت زیادہ پر مسرت چیز بھی بے مسرت ہو جاتی ہے اگر (اس سے

25– "Democritus and Eudaimonism", 238.

26– *Economic Thought Before Adam Smith,* 10

27– Ibid, 6.

28– Ibid.

29– Ibid.

استفادے اور اس کے استعمال میں) اعتدال برقرار نہ رکھا جائے۔[۳۰]

- اگر دولت کی طلب کی خواہش کو سیرابی حاصل نہ ہو، تو یہ ایسی حالت غریبی اور فقر سے زیادہ بدترین حالت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ خواہشات جس قدر پختہ ہوتی جاتی ہیں، محرومی اسی قدر بڑھتی جاتی ہے۔ (نکتہ ۲۱۹) خواہش برآری میں رویہ اعتدال مسرتوں کو مضبوط اور پختہ کر کے ان سے حاصل ہونے والی خوشی وخوش حالی کو بڑھا دیتا ہے۔ (نکتہ ۲۱۱) اعتدال اور تناسب ہر چیز میں اچھا ہے، میں معمول کے مطابق مقدار سے کم یا زیادہ کو پسند نہیں کرتا۔ (نکتہ ۱۰۲)[۳۱] ان نقول سے معلوم ہوتا ہے کہ دیموقراطیس کے مطابق افادیت میں زیادتی کا تقاضہ مادی زیادتی کی بجائے اشیا کے استعمال میں میانہ روی اختیار کرنا ہے۔[۳۲]

30– Ibid, 7.

31 – Ibid.

۳۲– پیراوس یونی ورسٹی، یونان کے ایسوسی ایٹ پروفیسر اناس تاسیوس (Anastassios) نے اپنے تحقیقی مقالے بہ عنوان *Democritus on Ethics and Economics* میں دیموقراطیس کے انھی نکتوں سے اس کے معاشی افکار تشکیل دینے کی کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں کئی ایک ماہرین کی تحریرات کے حوالے جابجا دیے ہیں، لیکن مضمون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کشید کردہ تصورات دیموقراطیس نے بیان نہیں کیے، بلکہ ان سے بیان کروائے گئے ہیں۔ کئی ایک مقامات پر دیموقراطیس کی ایک سیدھی سادی بات کو بہ تکلف معاشی الفاظ کا لبادہ پہنا کر اس بات کو دیموقراطیس کی معاشی تعلیم کہا گیا ہے۔ ان بہ تکلف بنائے گئے معاشی تصورات ذکر کرنے کے بعد مقالے کے اخیر میں دس نکات میں ان افکار کی تلخیص بطور نتیجۂ مقالہ (Conclusion) پیش کی گئی ہے۔ ان افکار کے عنوان ہی سے ہماری بات کی تائید ہو جائے گی، ملاحظہ کیجیے:

1: On the subjective theory of value and on the notion of diminishing utility;
2: On the rate of demand as a determinant factor of the scarcity of good;
3: On the ordinal measurability of pleasure and pain;
4: On the conception of time preference;
5: On the value of wealth and justice in exchange;
6: On the division of labour and resources;
7: On the relationship between learning by doing and labour productivity;
8: On the development of technology and the fine arts;
9: On the altruistic behavior of individuals, and
10: On the necessity of the social institution of private property.

(Anastassios D. Karayiannis, "Democritus on Ethics and Economics", 13 accessed 12/07/17 http://www.unipi.gr/faculty/tas/papers/23.pdf)

سقراط (Socrates) 470 قبل مسیح تا 399 قبل مسیح

سقراط کا نام لیتے ہی سب سے پہلے سقراط کی طرف منسوب یہ دلچسپ جملہ ذہن میں ابھرتا ہے: I know one thing, that I know nothing.، "میں صرف ایک ہی بات جانتا ہوں کہ میں کچھ نہیں جانتا"۔[33] سقراط کو فلاسفۂ یونان کی چیستانی (Enigmatic) شخصیت اور ساتھ ہی مغربی فلسفے کے بنیادی مفکرین میں شمار کیا جاتا ہے۔ سقراط کے افکار سقراط کے دو ہونہار شاگردوں زینوفون (Xenophon) اور افلاطون (Plato) کی تحریروں سے معلوم ہوتے ہیں، جنھوں نے اپنے استاذ کو امر کر دیا۔[34] مکالمات افلاطون (Plato's Dialogues) سقراط کے افکار و تصورات کی نقل میں ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔[35]

سقراط کی معاشی تعلیمات کے اخذ کے لیے زیر نظر بحث میں زینوفون کا تحریر کردہ مکالمہ بہ نام اوئیکونومیکس (Oeconomicus) کو بہ طور ماخذ اختیار کیا گیا ہے۔ اکیس ابواب پر مشتمل یہ مکالمہ سقراط اور اس کے بچپن کے ساتھی کریٹوبولوس (Critoboulus) اور اس کے بعد سقراط اور ایسٹومیشوس (Ischomachus) کے درمیان ظاہر کیا گیا ہے۔[36] اس مکالمے میں سقراط تدبیر المنزل (Household Management) نیز زرعی شعبے سے متعلق امور میں ہدایات دیتا ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ اسی مکالمے میں سلطنت فارس، مرد و عورت کے معاشرتی تعلقات، شہری و دیہاتی زندگی، غلامی، مذہب، اور تعلیم پر بھی سقراط کی گفت گو موجود ہے۔ اس مکالمے کی اپنی زبان یونانی ہے، اس مکالمے کا انگریزی ترجمہ از ایچ جی ڈیکنز (H. G. Dakyns) میرے پیش نظر ہے۔[37]

33- سقراط کی طرف اس طرح کے کئی ایک تعجب خیز جملے منسوب ہیں، جنھیں سقراطی تناقضات (Socratic Paradoxes) کہا جاتا ہے۔

34- James E. Alvey,"The Ethical Foundations of Economics in Ancient Greece, Focusing on Socrates and Xenophon", *International Journal of Social Economics* 38: 8 (2011) : 714.

35- Sarah Kofman, *Socrates: Fictions of a Philosopher* (New York: Cornell University Press, 1998), 34.

36- Xenophon, *The Economist*, trans. H. G. Dakyns (Cambridge, MA: Harvard University Press, 1992), 1.

37- یہ ترجمہ یونی ورسٹی آف ایڈیلیڈ نے اپنی ویب سائٹ پر 17 دسمبر 2014ء کو شائع کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: https://ebooks.adelaide.edu.au/x/xenophon/x5oe/index.html .

سقراط کے معاشی افکار سے پیشتر دو باتوں کا جان لینا مفید ہو گا:

پہلی بات: انسانی زندگی کے مقصد کے بارے میں سقراط کا تصور جس کی بنیاد پر سقراط کے معاشی افکار کو جانچا جا سکتا ہے یہ ہے کہ انسانی کد وکاوش کا حقیقی ہدف انسانی خوشحالی (Human Flourishing)[۳۸] کا حصول ہونا چاہیے، محض مادی اشیا جمع کرنا اور کرتے رہنا کوئی قابل تعریف ہدف نہیں۔[۳۹]

دوسری بات: محولہ بالا مکالمہ سقراط میں سے کریٹوبولوس کی وہ تمام آرا، جن پر سقراط نے کوئی تنقید نہیں کی، سقراط کے معاشی نکتہ ہائے نظر کے طور پر لی گئی ہیں، اور اسی کے مطابق یہاں انھیں نقل کیا جائے گا۔

اب ذیل میں سقراط کے کچھ معاشی تصورات درج ہیں:

- اکانومی، فن نجاری، فن طب، فن تعمیر، سونے کا کام، دھات کا کام وغیرہ فنون کی طرح ایک خاص فن اور سائنس ہے۔ جس طرح ان فنون کے مختلف شعبہ جات متعین کیے جاسکتے ہیں، اسی طرح اکانومی کے بھی مستقل شعبہ جات متعین کیے جاسکتے ہیں۔(مکالمہ سقراط باب اول)
- کسی بھی معیشت دان کے لیے سب سے اہم اپنے گھر اور جائیداد کی بہتر معاشی تنظیم ہے۔البتہ جس طرح ایک بڑھئی دوسروں کے لیے کام کرکے ان سے اپنا حق الخدمت وصول کر سکتا ہے، ویسے ہی ایک معیشت دان بھی کسی دوسرے شخص کی معاشی تنظیم کی خدمت پر اجرت وصول کر سکتا ہے۔ لیکن اس اجرت کا استحقاق اس وقت ہو گا جب وہ اس دوسرے شخص کی جائیداد میں کوئی قابل قدر اضافہ کرے، یا اس میں کسی قسم کی بہتری لائے۔(مکالمہ سقراط باب اول)
- انسان کی ملکیت کی وہ تمام اشیا جو اس کے لیے نفع مند ہوں، اور کسی طرح نقصان دہ نہ ہوں، وہی درحقیقت اس کی جائیداد ہیں جن کی معاشی تنظیم اس کو لازم ہے۔ چناں چہ اگر کوئی انسان ایسا گھوڑا

مزید یہ ترجمہ پروجیکٹ گٹن برگ کے درج ذیل ویب لنک پر بھی دست یاب ہے:
http://www.gutenberg.org/files/1173/1173-h/1173-h.htm.

۳۸۔ لفظ "انسانی خوشحالی" درحقیقت افلاطون کی استعمال کردہ یونانی اصطلاح Eudaimonia کی انگریزی تعبیر Human Flourishing کی اردو ترجمانی ہے۔

39– "*The Ethical Foundations of Economics in Ancient Greece*", 714.

خرید تا ہے جس پر وہ سوار نہیں ہو سکتا، اور جب بھی سوار ہوتا ہے گر جاتا ہے، اور زخمی ہو جاتا ہے، اس کی دولت شمار نہیں کیا جانا چاہیے۔ بالکل ایسے ہی جو زمین انسان کو کچھ نفع نہ دے سکے، بلکہ اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہو، اس کی دولت شمار نہیں کی جاسکتی ہے۔ اس لیے انسان کو اس چیز کا، جو اس کے لیے نقصان دہ ہے، اس چیز سے تبادلہ کر لینا از حد ضروری ہے جو اس کے لیے نفع بخش ہو۔ (مکالمہ سقراط باب اول)

- ایک بہترین معاشی منتظم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اور اپنے مالک کے دشمنوں کے ساتھ معاملہ کرنے سے آگاہ ہو کہ ان دشمنوں سے بھی کسی نہ کسی طرح نفع مند ہو سکے۔ (مکالمہ سقراط باب دوم)
- وہ شخص جو اپنی ضروریات وخواہشات بر آری کی استطاعت رکھتا ہو، اس لیے کہ اس کی ضروریات وخواہشات کم ہوں، وہ امیر ہے اور اس کو مزید دولت کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن وہ شخص جس کی ضروریات و خواہشات وسیع ہوں اور اس کی موجودہ دولت ان کی کفایت نہ کر سکے اس شخص کو درحقیقت مزید دولت کے حصول کی ضرورت ہے۔ (مکالمہ سقراط باب دوم)
- معاشی استحکام کے حصول کے لیے دو نکتے کلیدی اہمیت رکھتے ہیں:

  پہلا: معاشی تنظیم اور

  دوسرا: سرمائے / اشیا کا درست استعمال۔

  چوں کہ یہ دونوں صلاحیتیں سیکھنے سے حاصل ہو سکتی ہیں، اس لیے ان کا سیکھنا اور جاننا از حد ضروری ہے۔ (مکالمہ سقراط حصہ سوم[۴۰])
- گھر کی معاشی تنظیم کاری میں میاں کے ساتھ بیوی کا بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ کئی گھرانے بیویوں کی درست تنظیم کاری کی وجہ سے خوش حال ہوئے ہیں اور کئی ایک گھرانے بیویوں کی نااہلیت کے باعث تباہ حالی کا شکار ہوئے ہیں۔ اور یہ خاوند کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کو یہ سب کچھ سکھائے۔ (مکالمہ سقراط حصہ سوم)

۴۰۔　حصہ سوم میں سقراط نے دو دو جماعتوں کی پانچ مثالیں دی ہیں۔ یہ دونوں نکتے سقراط کی دی ہوئی مثالوں اور ان سے اخذ کردہ نتیجے کی بنیاد پر کشید کیے گئے ہیں۔ ان پانچوں مثالوں میں سقراط یہ بتاتا ہے کہ ایک جماعت اپنے سرمائے کو درست استعمال کر کے نفع اٹھاتی ہے اور دوسری جماعت غلط طریقۂ استعمال کے باعث نقصان اٹھاتی ہے۔ جب کہ سقراط یہ بھی کہتا ہے کہ جس چیز کا صحیح استعمال انسان کو نہ آتا ہو، وہ چیز انسان کی دولت شمار نہیں کی جانی چاہیے۔

- ملک وریاست کے بادشاہ / فرماں روا کو جس طرح ملکی عسکری قوت کی دیکھ بھال لازم ہے، ویسے ہی زراعت کی دیکھ بھال بھی لازم ہے۔ اپنی سلطنت کے جس حصے میں وہ جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہاں درخت، باغات، اور ان سے ملنے والی پیداوار کی خوب نگرانی کرے۔ بادشاہ کی طرف سے انعام کے حقیقی مستحق یہی دو قسم کے افراد ہیں: ایک وہ محافظ جو بیرونی شورش سے علاقے کا دفاع وحفاظت کرتے ہیں اور دوسرے زرعی شعبے سے وابستہ وہ افراد جو ملک کو پیداوار فراہم کرتے ہیں۔ (مکالمہ سقراط حصہ چہارم) حصہ چہارم، پنجم اور ششم تینوں حصے بنیادی طور پر شعبۂ زمین کی اہمیت بطور ایک قدرتی ذریعۂ پیداوار، زراعت کی اہمیت، اور مزارعین وکاشت کاروں کی ثناخوانی پر مشتمل ہے۔ سقراط زرعی شعبے کو خوب سے خوب فعال بناکر وسیلۂ زمین سے نفع اٹھانے کا خواہاں ہے۔
- بے کاری، کام کاج سے فراغت ایسے شخص کے لیے جو کام کاج کی صلاحیت رکھتا ہو، اچھا عمل نہیں ہے۔ (مکالمہ سقراط حصہ ہفتم)۔ خدا نے مرد کی جسمانی ساخت ایسی مقرر کی ہے کہ وہ باہر کے کام کاج کرتے ہوئے سرد گرم برداشت کرنے کے لائق ہے، جب کہ عورت کی جسمانی ساخت اس قابل نہیں کہ وہ باہر کے کام کر سکے، اس لیے اس کی ذمہ داری ہے کہ گھر کے اندر رہ کر گھریلو ذمہ داریاں انجام دے، چناں چہ مرد کو گھر سے باہر کے کام کاج اور کاروبار سے سروکار رکھنا چاہیے اور عورت کو گھریلو زندگی کے معاشی اطوار سکھانے چاہییں۔ اس تقسیم کار سے مرد اور عورت دونوں ایک اچھی اور خوب صورت زندگی گزارنے میں بہتر انداز سے اپنی ذمہ داریاں انجام دے سکتے ہیں۔ (مکالمہ سقراط حصہ ہفتم)[۴۱]
- کاروبار چلانے کے لیے جو ملازم رکھا جائے اس میں اخلاقی اوصاف کی موجودگی ضروری ہے۔ نیز اس کو کام کاج کے طریق کار کے بارے میں مالک کی طرف سے پوری ہدایات سے باخبر کیا جائے، اس کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ مالک کی خیر خواہی چاہے اس لیے کہ اس میں خود اس کے لیے خیر پوشیدہ ہے۔ نیز چوری وغیرہ اخلاقی کوتاہیوں پر ملازم کی سخت سرزنش ہو، اور اس اخلاقی کوتاہی کے ساتھ اگر وہ کسی طرح ناروا سلوک بھی برتنے لگے تو اس کو جان سے ماردینا چاہیے۔ (مکالمہ سقراط تیرھواں اور چودھواں حصہ)

۴۱۔ مکالمے کے ساتویں، آٹھویں، نویں اور دسویں حصے عورت کو گھریلو معاشی تعلیمات دینے کے طریقوں کے متعلق ایسی ہی کئی ایک اہم ہدایات پر مشتمل ہیں۔ مکالمے کا تیرھواں اور چودھواں حصہ کاروبار چلانے کے لیے ملازم اور ملازم کے لیے مطلوبہ اوصاف کی تعلیم پر مشتمل ہے۔ ان حصوں میں کوئی ایسی قابل ذکر ہدایت نہیں جس کا تعلق ہماری بحث سے ہو۔

- زراعت کا شعبہ بہت اہمیت کا حامل ہے، اور کاشت کاری کرنے سے پیشتر کاشت کاری کے بہترین نتائج کے لیے خوب منصوبہ بندی ضروری ہے۔
- پندرھواں اور سولھواں حصہ، ازاں بعد سترھویں، اٹھارویں اور انیسویں حصوں میں اچھی کاشت کاری اور باغ بانی کی منصوبہ بندی کے بارے گفت گو کی گئی ہے۔
- بیسویں حصے میں بے کاری سے بچنے، کاشت کاری میں محنت کرنے، اور اس سے لگن رکھنے، کاشت کار کے غفلت سے پرہیز کرنے اور اپنے کام کے گرویدہ ہونے کی ضرورت بیان کی گئی ہے۔ ان صفات اور خصائل کو کاشت کار اور اس کی کاشت کاری کے خوش حال ہونے کا بنیادی سبب بتایا ہے۔ اور آخر میں سقراط اپنے اس نظریے کا اظہار کرتا ہے کہ انسان اپنی فطری خلقت کی بنا پر صرف انھی چیزوں سے محبت رکھتا ہے جن سے وہ آئندہ نفع حاصل ہونے کی امید رکھتا ہے۔
- جو شخص کسی بھی کام کو اچھے طریقے سے انجام دینے کی قوت اور طاقت حاصل کرنے کا خواہاں ہو اس کو تین صفات اپنے اندر پیدا کرنی ضروری ہیں:

۱: تعلیم، یعنی اس کام کے متعلق معلومات حاصل کرے،

۲: اس کا فطری انداز اور رویہ اچھا ہو،

۳: تیسری اور سب سے اہم صفت یہ ہے کہ وہ شخص الٰہی و ربانی صفات کا حامل شخص (God-like Being) ہو۔[۴۲]

اس طاقت و قوت سے محروم اور استبداد اور جبر کی سزا اٹھانے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے آپ پر گرفت رکھنے میں کمزور ہوتے ہیں اور اپنے مفوضہ کام میں بے رغبتی دکھاتے ہیں۔[۴۳]

افلاطون (Plato) ۴۲۸ قبل مسیح تا ۳۴۸ قبل مسیح

سقراط کا شاگرد، ارسطو کا استاذ، ایتھنز کے مشہور تعلیمی ادارے "اکیڈمی" (Academy) کا بانی، اور

۴۲- یہ وہ نکتہ ہے جس سے جدید فن معاشیات کے جملہ تصورات، جو خدا بیزار روشن خیالی کے زمانے (Enlightenment Age) میں نموپذیر ہوا ہے، یک سر خالی ہیں۔

۴۳- اس مکالمے کی تفصیلات کے بیان کی بنیاد حاصل معنی و مفہوم ہے، جو عبارت کا لفظی ترجمہ کرنے کی بجائے عبارت سے کشید کیا گیا ہے۔

جدید مغربی فلسفے کی مرکزی شخصیات میں سے اہم شخصیت افلاطون (۴۴) کی کتاب "ریپبلک" (Republic) کو اس کے معاشی افکار کے سلسلے میں ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ کتاب بھی اس عہد کے عام اسلوب نگارش کی طرح ایک مکالمے پر مشتمل ہے، جس میں ایک ایسی مثالی ریاست کے تصور سے بحث کی گئی ہے جس میں عدل وانصاف کا بول بالا ہو۔ چوں کہ یہ عدل وانصاف فرد اور سوسائٹی دونوں کے ساتھ الگ الگ حیثیتوں سے وابستہ ہے، اس لیے اس کتاب میں دونوں کے بارے میں مستقل بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب کل دس ابواب پر مشتمل ہے، جن میں سے پہلے سات ابواب میں عدل وانصاف کے مفہوم کی تحدید اور مثالی سوسائٹی کا نقشہ بیان کیا گیا ہے، آٹھویں اور نویں ابواب میں فرد وریاست کو پیش آنے والے ان مسائل سے بحث کی گئی ہے جو کسی صورت تباہ حالی اور فسادات پر منتج ہوتے ہیں، اور دسویں باب میں گویا بطور تلخیص عدل وانصاف کے معاشرے میں پنپنے کے فوائد اور منافع نیز اس دنیا کے بعد آنے والی دوسری دنیا میں ملنے والے انصاف کا بیان ہے۔ (۴۵) ذیل میں اس مکالمے سے وہ افکار کشید کر کے پیش کیے جاتے ہیں جن کو افلاطون کے معاشی تصورات کہا جا سکے۔

- انسان ایک اکائی کے طور پر کمزور مخلوق ہے، جو اکیلے زندگی نہیں گزار سکتا، اس کو ایک اجتماع / سوسائٹی کی ضرورت ہے جس میں وہ زندگی گزارے۔ اسی تناظر میں کہا جاتا ہے کہ انسان "مدنی الطبع" ہے، یعنی اپنی فطرت میں اجتماعیت کا خواہاں ہے۔
- انسانوں کے اس اجتماع میں ضرورت اس بات کی درپیش ہوتی ہے کہ ہر اکائی کوئی نا کوئی کام اپنے ذمے لے کر اس کی ذمے داری سنبھالے۔ اس طرح ہر اکائی کے اپنی اپنی ذمے داری سنبھالنے سے خود اجتماعی ضروریات کا بندوبست ہو جائے گا۔
- انسانی زندگی اپنے ابتدائی زمانے میں محدود افراد کے پائے جانے کی وجہ سے انتہائی سادہ اور خالص فطری

44- Constance C. Mienwald, "Plato", *Encyclopedia Britannica*, accessed 19/10/ 2019 https://www.britannica.com/biography/Plato

۴۵- اس کتاب کے کئی ایک زبانوں میں تراجم ہوئے ہیں، انگریزی زبان میں بینجمن جووٹ (Benjamin Jowett, d.1892) اور پال شورے (Paul Shorey, d. 1935) کے ترجمے مشہور اور مروج ہیں، اور با آسانی دست یاب ہیں۔

جووٹ کے ترجمے کے لیے ملاحظہ ہو: http://classics.mit.edu/Plato/republic.html

اور شورے کے ترجمے کے لیے ملاحظہ ہو:

http://www.perseus.tufts.edu/hopper/text?doc=Perseus%3Atext%3A1999.01.0168%3Abook%3D1%3Asection%3D327a

تھی، مسائل کم سے کم تھے، چناں چہ باہمی نزاع وجدال کی صورتیں کم سے کم پیدا ہوتی تھیں۔

- انسانی زندگی جس طرح مادی ضروریات رکھتی ہے، اسی طرح اپنے اذواق کی تسکین کے لیے جمالیاتی ضروریات بھی رکھتی ہے۔ مادی وجمالیاتی ضروریات کی تسکین کی کوشش میں جب انسانی مصلحتیں آپس میں ٹکراتی ہیں تو ان میں باہمی نزاع رونما ہوتا ہے۔ اس جھگڑے اور نزاع کے خاتمے کے لیے ہر انسانی اجتماع کو ایک دفاعی طبقے کی ضرورت پڑتی ہے جو اس اجتماع کی حفاظت کرے، اور دشمنوں سے ان کو بچائے۔ اسی طرح ہر اجتماع ایک نگران اور حاکم کا متقاضی بھی ہے جو اس اجتماع کی رہ نمائی کرے، اور ان میں عدل وانصاف کے حصول کو ممکن بنائے۔
- چناں چہ عملی طور پر سوسائٹی کو تین قسم کے افراد تیار کرنے کی ضرورت ہے:

۱:　حکام

۲:　رعایا جو کاشت کار و دست کار و صنعت کار و تاجر بن کر سوسائٹی کے لیے وسائل پیدا کریں گے۔

۳:　فوج

ان تینوں کی اخلاقی، عقلی اور جسمانی تربیت کا انتظام بچپن ہی سے کیا جانا ضروری ہے۔ نیز ان سب پر فیصلہ ان دانشوروں کا چلے گا جو حکمت وفلسفے سے بہرہ مند ہوں۔ مزید یہ کہ ان تینوں طبقات میں سے کسی طبقے کو اختیار نہیں ہونا چاہیے کہ وہ دوسرے طبقے کی ذمے داریوں میں کسی قسم کی مداخلت کرے یا کسی دوسرے طبقے میں شامل ہونے کی کوشش کرے۔[۴۶]

- افلاطون ایک کفایت شعار ریاست کا تصور پیش کرتا ہے جہاں لوگ اپنی ضروریات بر آری کی حد تک محدود ہیں، اسی اثنا میں اس مکالمے میں ایک اور شخص جلاکون (Glaucon) داخل ہوتا ہے اور وہ ایسی کفایت شعار ریاست کو سؤوروں کی ریاست (State of Pigs) کہتا ہے۔ وہ زینوفون (Xenophon) کے فکری رویے کے مطابق کفایت شعار ریاست کی بجائے ایک آسائش پسند ریاست کا تصور قائم کرکے اشیا وخدمات میں بہتری اور اچھائی پیدا کرنے کا تصور پیش کرتا ہے۔ یہ سب آسائشات اشیا وخدمات کی پیدائش اور ان کی خرید وفروخت اور تبادلے کا تقاضا کرتی ہیں، چناں چہ اس تصور کے ساتھ

۴۶- امیرہ حلمی مطر، **جمهورية افلاطون** (مكتبة الاسرة، سلسلة القراءة للجميع، س ن)، ۱۲- ۵۶۔

بازاروں کے قائم ہونے اور بری و بحری تجارتی رابطوں کی ترقی کی کوشش کرنے کے نتائج قائم ہو جاتے ہیں۔

- افلاطون، جلاکون کے اس تصور کی سختی سے تردید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس طرح کی آسائشات بھری سوسائٹی ایک بے چین و بے قرار (Feverish) ریاست ہو گی۔زیادہ سے زیادہ آسائشات کے حصول کی دوڑ دھوپ سے سوسائٹی کئی ایک معاشرتی مسائل کا شکار ہو گی، اور اس طرح ایسی ریاست کے تباہی و بربادی کا شکار ہونے کے امکانات بڑھیں گے۔
- ایسی بے چین و بے قرار ریاست میں امیر و غریب کا فرق بڑھے گا، عدم توازن اور عدم مساوات زیادہ سے زیادہ ہوتی جائے گی، اور آخر کار ریاست ایک بڑے داخلی تصادم کا شکار ہو جائے گی۔اس لیے ایسی ریاست کسی طرح قابل برداشت نہیں۔[۴۷]

ارسطو (Aristotle) ۳۸۴ قبل مسیح تا ۳۲۲ قبل مسیح

قدیم یونان کے مشہور فلسفی، تاریخ کے سب سے پہلے سائنس دان، انیس برس افلاطون کی اکیڈمی میں علم و دانش حاصل کرنے والے، دانش گاہ لائیسیم (Lyceum) کے بانی اور سکندر اعظم کے معلم ارسطو نے جہاں طبیعیات (Physics)، حیاتیات (Biology)، حیوانیات(Zoology)، مابعد الطبیعیات (Metaphysics)، فلسفہ و منطق (Logic) سمیت علوم و فنون کی کئی ایک قسموں میں اپنی دانش کا حصہ ڈالا،[۴۸] وہیں فن معاشیات کے باب میں بھی اپنے افکار محفوظ کیے، یہ افکار بنیادی طور پر ارسطو کہ کتب پولیٹکس (Politics)، نیکو میچین ایتھکس(Nicomachean Ethics)، ریٹوریک(Rhetoric)، اکنامکس(Economics)، ریٹورک ٹو الیگزنڈر (Rhetoric to Alexander) میں ملتے ہیں۔[۴۹] ان میں سے نیکو میچین ایتھکس اور خاص اس کی بحث ۵۰۵ کے بارے میں ایس ٹاڈ لوری (S. Todd Lowry) کا تبصرہ یہ ہے کہ قدیم یونان کی تاریخ میں فن معاشیات کے حوالے سے سب سے زیادہ اشتعال انگیز اور تجزیاتی تفاصیل پر مشتمل تحریر ہے۔[۵۰] ٹاڈ لوری کا

47– Louis Baeck, "Greek Economic Thought: Initiators of a Mediterranean Tradition", in *Ancient Economic Thought*, 151.

48– Kara Rogers, ed., *The 100 Most Influential Scientists of All Time* (New York: Britannica Educational Publishing & Rosen Educational Services, 2010), 22-26.

49– L. Th. Houmanidis, "Aristotle's Economic Ideas", *Spoudai* 31:1 (1982): 51.

50– Lowry, S. Todd, "Ancient and Medieval Economics", in *A Companion to the*

یہ تبصرہ گو خاصا مبالغہ آمیز ہے، تاہم اس میں شک نہیں کہ نیکو میکین ایتھکس میں کئی ایک آفاقی اقدار کی نشان دہی کی گئی ہے جو انسان کی معاشیاتی حیات سے بھی ضرور وابستہ ہیں۔[۵۱] آئندہ کی بحث میں "پولیٹکس" کا انگریزی ترجمہ جو بنجمن جوٹ(Benjamin Jowett 1999) نے کیا ہے اور عربی ترجمہ جو اغسطینس بربارہ بولیسی نے "السیاسیات" کے نام سے کیا ہے، [۵۲] اور "نیکو میکین ایتھکس" کا انگریزی ترجمہ جو ڈبلیو ڈی راس (W. D. Ross 1999) نے کیا ہے، مقالہ نگار کے پیش نظر ہے۔ پہلی کتاب آٹھ ابواب، جب کہ دوسری دس ابواب پر مشتمل ہے۔

- ہر انسانی تگ و دو ایک خاص مقصد کے تابع ہوتی ہے، اس مقصد کو ہم اچھائی / خیر سے تعبیر کر سکتے ہیں، اس لیے کہ انسان ایک اچھے / خیر مقصد کے لیے محنت و کوشش کرتا ہے۔ ان مقاصد اور نتائج میں سے بعض کسی دوسرے اونچے مقصد کے تابع ہوتے ہیں، یعنی ان میں سے بعض مقاصد کا حصول در حقیقت ان سے بڑے مقصد کے حصول کے لیے ہوتا ہے۔ لیکن ایک مقام پر پہنچ کر یہ ارتقا رک جاتا ہے اور ایک مقصد ایسا ہوتا ہے، جو کسی اور مقصد کے ماتحت اور تابع ہونے کے بجائے از خود مقصود اصلی ہوتا ہے، اس انتہائی مقصد کو خیر اعلا (Supreme Good) کہا جاتا ہے۔ (نیکو میکین ایتھکس، باب اول، حصہ اول و دوم)
- خیر کی تلاش اور خیر کے حصول کی کوشش یہ سیاسی معاشیات (Political Science) کا حصہ ہے، اس لیے کہ سیاسیات کا مقصد انسان کے لیے اعلا مقاصد کے حصول کی کوشش ہی ہے۔ اب چوں کہ سیاسیات کوئی غیر لچک دار اور دوٹوک فن نہیں، اس لیے کہ یہ عین ممکن ہے کہ ایک ہی عمل کسی انسان کے لیے اچھا ہو اور کسی انسان کے لیے اچھا نہ ہو، اس واقعے کے پیش نظر خیر کے تقریبی اور تخمینی خاکے ہی سے بحث کی جا سکتی ہے۔ (نیکو میکین ایتھکس، باب اول، حصہ سوم، چہارم، پنجم)
- یہ ایک اتفاقی نظریہ ہے کہ انسانی افعال جس خیر اعلا کے حصول کے لیے روبہ عمل لائے جاتے ہیں، وہ

History of Economic Thought, eds. Warren J. Samuels, Jeff E. Biddle, John B. Davis (Malden, MA: Blackwell, 2003), 20.

۵۱- راقم کی رائے میں بنیادی طور پر یہ کتاب اخلاقیات کی رہ نما ہے، اور اس کتاب کو اسی زاویے سے ہی دیکھنا چاہیے۔ ان اخلاقیات کا دائرہ اگر معاشی سرگرمی تک پھیل جائے تو یہ نکتہ بعد الوقوع کے درجے میں ہو گا۔

۵۲- یہ ترجمہ ۱۹۵۷ء میں بیروت، لبنان سے چھپا ہے، اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس عربی ترجمے کی نظر ثانی میں مصطفیٰ صادق رافعی جیسے چوٹی کے ادیب بھی شامل ہیں۔

خوشی (Happiness) ہے۔ عام انسان کو تو خوشی حسی لذت کے حصول سے مل جاتی ہے، لیکن اس میں انسان ہی کی کیا خصوصیت، اس خوشی کے حصول میں تو جانور بھی انسان کے شریک ہیں۔ انسان کے مقاصد تو اس سے کہیں بڑھ کر ہوتے ہیں۔ (نیکو میکین ایتھکس، باب اول، حصہ پنجم، ششم) [۵۳]

- خوشی کا حصول خیر اعلا اس بنا پر ہے کہ ہم خوشی کو از خود ایک مقصد کے طور پر حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس خوشی کے ذریعے کسی اور مقصد کا حصول پیش نظر نہیں ہوتا ہے۔ چناں چہ ذہانت و فطانت اور نیکی بھی اپنے آپ اس لیے خیر ہیں کہ ان کی وجہ سے انسان کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ (نیکو میکین ایتھکس، باب اول، حصہ ہشتم و نہم)
- خیر اعلا کی تعریف اور خوشی کے حصول کی توضیح کے مختلف بیانیوں میں قدر مشترک تین چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وہ شخص خوش قرار دیا جاتا ہے جو (۱) نیک ہو، (۲) عقلیت پسند ہو، اور (۳) اپنے کام کاج میں چاق وچوبند ہو۔ [۵۴]
- انسانی روح دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک حصہ استدلالی اور معقولی (Rational) ہے اور ایک حصہ غیر استدلالی اور غیر معقولی (Irrational) ہے۔ انسانی روح کا غیر استدلالی اور غیر معقولی حصے میں دو علاحدہ قوتیں ہیں: ایک قوت انسانی نشو ونما کا انتظام کرتی ہے اور دوسری قوت انسانی جذبات وخواہشات کا انتظام کرتی ہے۔ سب سے نیک اور خیر والا شخص وہ ہوتا ہے جو انسانی روح کے غیر استدلالی حصے کے دونوں رویوں پر استدلالی اور معقولی حصے کے ذریعے مکمل قدرت اور قابو رکھتا ہے۔ (نیکو میکین ایتھکس، باب اول، حصہ یازدہم، دوازدہم، سیزدہم)
- روپیہ پیسہ خرچ کرنے میں معتدل سخاوت کرنا ایک اچھی فطرت وعادت ہے، جب کہ فضول خرچی اور بخل دونوں بری عادتیں ہیں۔ ایک معتدل سخی شخص ایک درست مقدار پیسہ، درست وقت میں درست شخص کو دیتا ہے، اور اس سے خوشی حاصل کرتا ہے۔ لالچ کے ساتھ پیسہ خرچ کرنا یہ بخل اور کنجوسی ہے۔ اعتدال پسند سخی شخص پیسے سے شدید محبت نہ رکھتے ہوئے اپنے پیسے کا انتظام درست طریقے سے کرتا

۵۳- "خیر" کی تعیین کے بارے میں ارسطو، افلاطون کے نظریۂ وحدانیت کو محل اشکال بتاتے ہیں۔ افلاطونی نظریۂ وحدانیت کے مطابق "خیر" بہ ہر صورت ایک ہی ہے، اور تمام انواع خیر اسی ایک صورت میں قابل حصول ہیں۔

۵۴- قدیم یونانی فلسفی لٹریچر میں نیکی اور نیک سے مراد اخلاقی قدروں کی پاس داری ہوتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ اقدار ان کے پاس خدا کے بھیجے ہوئے نیک بندوں کے طفیل نمو پذیر ہوئی ہوں۔

ہے، اور فضول خرچ کی طرح پیسہ اڑاتا نہیں ہے۔ البتہ فضول خرچی، بخل اور کنجوسی سے بہتر ہے، اس لیے کہ فضول خرچی کا باعث ناسمجھی ہوتا ہے، کوئی بدباطنی نہیں، اور ناسمجھی کا ازالہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔(باب چہارم، حصہ اول، دوم، سوم)

- معتدل سخاوت کا مطلب تو معمول کے موقعوں میں پیسہ خرچ کرنے کے ہیں، لیکن اس سے بڑھ کر ایک اور درجہ فراخ دلی(Magnificence) کا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دینی رسوم میں اور عام لوگوں کے تحفے تحائف میں بڑی مقدار میں پیسہ خرچ کرے۔ البتہ یہ خرچ اچھے ذوق کا متقاضی ہے، اس لیے کہ روپے پیسے کی بھڑکیلی نمائش بھی ایک انتہائی ناپسندیدہ برائی ہے، جب کہ دینی رسوم میں خرچ کرنے میں ہاتھ روکنا کمینہ پن ہے۔ فراخ دلی (Magnanimity) اس شخص کی خصلت ہوتی ہے جو اپنے آپ کو اونچی عزتوں کا مستحق سمجھتا ہے۔(باب چہارم، حصہ سوم، چہارم، پنجم)
- شیریں مزاجی (Amiability)، بے لوثی اور بذلہ سنجی اہم معاشرتی اچھائیاں ہیں۔ معاشرتی رویہ اور برتاؤ میں شیریں مزاجی اور ملنساری بہترین صفات ہیں۔ تاہم خوشامدی ہونا غلامی کی، اور جھگڑالو ہونا ملنساری کی صفت میں نقص کی دلیل ہے۔(باب چہارم، حصہ ہفتم، ہشتم)
- عدل کا مطلب قانون کی پاس داری اور منصف مزاجی ہے جب کہ ظلم لا قانونیت اور غیر منصفانہ رویے سے عبارت ہے۔ قانون انسان کو اچھائیوں کے بجالانے پر آمادہ کرتا ہے، چناں چہ ایک منصف مزاج شخص، جو قانون کی پاس داری کرتا ہو، ایک اچھا شخص ہو گا۔(باب پنجم، حصہ اول)
- عدل وانصاف مہیا کرنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) تقسیماتی انصاف (Distributive Justice): اس سے مراد انسانوں کی کسی بھی جماعت میں دولت کی منصفانہ تقسیم ہے۔ اس عنوان کے تحت یہ بحث ہوتی ہے کہ کیا ہر شخص کو اس کی اہلیت کے بقدر دولت میں سے حصہ مل رہا ہے یا نہیں؟ چناں چہ اس تقسیماتی انصاف کے مطابق اچھی صفات کا حامل شخص بری صفات کے حامل شخص سے زیادہ مستحق ٹھہرتا ہے۔ یہ انصاف ایک اچھائی ہے، جو کسی شخص کو اس کی اہلیت سے زیادہ یا کم دینے کے درمیان درست رویے کو متعین کرتا ہے۔

(۲) اصلاحی انصاف(Rectification Justice): کا مطلب دو معاملہ کنندگان میں ہونے والے معاملے کی صورت میں غیر منصفانہ تقسیم کی درستی اور اصلاح کی پیش رفت ہے۔ ہر ایسا

معاملہ جو باہمی رضامندی سے طے پایا ہو، (جیسا کہ خرید وفروخت یا تجارت) یا بلا رضامندی وقوع پذیر ہو (مثلاً چوری، ڈکیتی وغیرہ)، اور وہاں ناانصافی، دھاندلی اور ظلم واقع ہوتا ہے، وہاں انصاف کی یہ قسم روبہ عمل لائی جاتی ہے۔ نیز یہ ایک عدالتی عمل ہے۔(باب پنجم، حصہ دوم، چہارم)

- سیاسی اور گھریلو دونوں قسم کے انصاف ایک دوسرے سے اس حیثیت سے ممتاز ہیں کہ سیاسی انصاف تو قانون کے دائرے میں ہوتا ہے، جب کہ گھریلو انصاف اخلاق کے دائرے میں ہوتا ہے۔(باب پنجم، حصہ چہارم)
- پیسہ کمانے کی زندگی تو ایک خاص دباؤ میں اختیار کی جاتی ہے، ورنہ دولت بذات خود کوئی ایسا مقصد نہیں جس کو ہم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ دولت تو کسی اور مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوتی ہے، اور اس دوسرے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مفید بنتی ہے۔(باب پنجم حصہ ہفتم)
- کوئی شخص از خود رضاکارانہ مظلوم بننا نہیں چاہتا، جب اشیا کی غیر منصفانہ تقسیم عمل میں لائی جاتی ہے، تو اس تقسیم سے ناجائز حصہ پانے والے سے زیادہ بڑا مجرم اور قابل ملامت وہ شخص ہوتا ہے جو یہ ناجائز تقسیم کرتا ہے۔لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ انصاف کو محض قانون کی پاس داری کا نام دے کر ایک آسان عمل گردانتے ہیں۔ بہر حال کھرا انصاف ایک فطری اچھائی ہے، اور جن کو اس اچھائی کے حصے میں کم نصیب ہو وہ اپنے جملہ افعال میں انصاف پسندی نہیں دکھا سکتے ہیں۔(باب پنجم، حصہ ہفتم، نہم، دہم)
- ظلم کسی صورت انفرادی معاملہ نہیں، اس لیے کہ ظلم میں ایک شخص دوسرے کو نقصان پہنچا کر فائدہ اٹھا رہا ہوتا ہے، چناں چہ ظلم کے بارے میں کم از کم دو اکائیوں کی شمولیت ضروری ہے۔ چناں چہ اگر کوئی شخص خودکشی کا مرتکب ہوتا ہے تو اس ظالمانہ عمل میں بھی صرف خودکشی کرنے والا نقصان نہیں اٹھاتا بلکہ یہ خودکشی ریاست کے ساتھ ناانصافی ہوتی ہے کہ ریاست کو اپنی ایک اکائی سے محروم کر دیا گیا، جس سے ریاست فائدہ اٹھا سکتی تھی۔(باب پنجم، حصہ یازدہم)
- یونانی فلاسفرز کی ایک جماعت کے ہاں خوشی / لذت / راحت (Pleasure) کوئی پسندیدہ مقصد نہیں، کچھ کے ہاں اس کا تصور مطلق ایک برا مقصد ہے، یہی وجہ ہے کہ ہشیار اور سمجھ دار انسان ایسی خوشی اور لذت سے گریزاں رہتے ہیں جو انسان کو اپنے حقیقی مقصد سے غافل کر دے، ارسطو کے مطابق خوشی ولذت ایک سرگرمی کا نام ہے، اور اس کے حصول کی کوشش بجائے خود ایک مقصد ہے، اس

خوشی / لذت / راحت کا حصول صرف ایک خاص حد میں نقصان دہ ہے، ورنہ عقلیت پسندی اور تفکر وتدبر سے حاصل ہونے والی مسرت تو خوشی کی اعلا صورت ہے۔ جسمانی لذت وخوشی حاصل کرنے میں حد سے زیادہ بڑھنا برا ہے، جب کہ دماغی اور ذہنی تفکر وتدبر بہر صورت زیادہ پسندیدہ اور زیادہ بہتر لذت وراحت کا باعث ہے۔ (باب ہفتم، حصہ یازدہم تا چہاردہم)

- وہ لوگ برے ہوتے ہیں جو مفاداتی دوستی کرتے ہیں، اور ان کی دوستی کا تعلق مفاد بر آری تک محدود ہوتا ہے، جیسے ہی یہ مفاد ختم ہوتے ہیں، ان کی دوستی ختم ہو جاتی ہے، جب کہ اچھے لوگ کسی سے محبت کرتے وقت اس کی اچھائی کو پیش نظر رکھتے ہیں، اس لیے اچھے لوگوں کی دوستی اور محبت اچھائی کے پائے جانے تک برقرار رہتی ہے، اس اچھائی کے علاوہ کسی مادی مفاد کے باعث نہیں ہوتی اس لیے دیرپا ہوتی ہے۔ (باب ہشتم، حصہ چہارم، پنجم)[(۵۵)]
- انسان اپنی ذات کے اعتبار سے مدنی الطبع ہے، اجتماعیت کا خواہاں ہے، انفرادیت کے ساتھ زندگی بسر نہیں کر سکتا، اس لیے ریاست اور اجتماعیت کی تشکیل فطری معاملہ ہے، اور ریاست، فرد کی ذاتی حیثیت سے بلند اور مقدم ہے، جب فرد اجتماعیت سے دور ہو جاتا ہے، تو اس خود کفایتی میں کوتاہ اور جماعتی بندھن سے ٹوٹ کر ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ کوئی جز اپنے کل سے علاحدہ ہو جائے۔ جو شخص انسانی باہمی ربط وتعلق نہ رکھ سکتا ہو، یا اپنی خود کفایتی کی وجہ سے کسی کی طرف احتیاج ظاہر نہ کرے، وہ ریاست کا فرد نہیں بن سکتا، وہ یا تو کوئی وحشی ہے یا مافوق الفطرت کوئی ذات ہے۔ (پالیٹیکس باب اول، حصہ اول)
- بعض دانش وروں کا خیال ہے کہ گھر کی سیادت، اور ریاستی سیادت دونوں ہی فطری امر ہیں، لیکن بعض دانش وروں کا اس سے اختلاف ہے۔ ان کے مطابق انسان کی یہ تقسیم قانون کی رو سے تو درست قرار دی جا سکتی ہے کہ یہ انسانی اجتماع کا تقاضا ہے، فطری اعتبار سے یہ تقسیم غیر معقول ہے، تمام انسان اپنی انسانیت میں یکساں حیثیت اور مرتبے کے حامل ہیں۔ (پالیٹیکس باب اول، حصہ دوم)۔
- انسانی معاش کے ذرائع حصول کی دو بنیادی قسمیں ہیں: ایک وہ ذرائع ہیں جن میں باہمی تبادلے اور عوض معاوضے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ وہ خود ایک ایسے عمل پر مشتمل ہیں جو انسانی خوراک اور معاش

۵۵- دوستی اور تعلق داری کے بارے میں ارسطو کا یہ تصور، تصور انفرادیت (Individualism) سے متصادم ہے، جس کے مطابق اگر ہر شخص خود غرض ہو اور اپنی مطلب بر آری کو مقصد بنا کر زندگی گزارے تو از خود ایک درست سمت گامزن معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے۔ ارسطو کے تصور تعلق داری میں ایسی مفاد پرست دوستی برے لوگوں کا کام ہے۔

فراہم کرتے ہیں، جیسے کھیتی باڑی، چوری ڈکیتی، وحشی جانوروں، پرندوں، یا مچھلیوں کا شکار، انسانی باہمی جنگ و جدال وغیرہ۔ جب کہ دوسری قسم ان ذرائع کی ہے جس میں باہمی تبادلہ ومعاوضہ سے رزق حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ دوسری قسم کے ذرائع حصول رزق انسان کی فطری زندگی کا حصہ نہیں، بلکہ یہ انسانی ضروریات کے باعث تشکیل پائے ہیں۔ پہلے پہل انسان جب ایک گھرانے میں منحصر رہتا تھا تو اس کو اس ذریعے کے حصول کی حاجت ہی نہیں تھی، لیکن جیسے جیسے ایک گھرانے کے فرد مختلف گھرانوں میں بٹتے گئے اور ہر گھرانے کے پاس موجود چیزوں میں تفاوت آتا رہا، تب انسان نے آپس میں تبادلہ ومعاوضہ اختیار کیا جس کی سب سے اول صورت کسی بھی چیز کی اس کے عوض دوسری چیز سے تبادلہ تھا، مثلاً شراب دے کر گندم حاصل کی جاتی تھی۔ نیز ان اشیا کی نفع مندی کے باعث ان کی قدر میں گھٹاؤ بڑھاؤ ہوتا تھا۔ (پالیٹکس، باب اول، حصہ سوم)

- چوں کہ اس دوسری قسم کے ذرائع معاش کے اختیار کرنے کا حقیقی مقصد انسانی ضروریات بر آری تھی، محض مال کا جمع وذخیرہ کرنا مقصد نہیں تھا، اس لیے ذرائع معاش کی یہ دوسری قسم بھی کوئی بری نہیں تھی اور نہ انسانی فطرت کے خلاف ہی تھی، لیکن معاملہ اس حد سے بڑھا اور دور دراز علاقوں سے اشیا منگوائی گئیں اور اپنے علاقے کی اشیا دور دراز بھجوائی گئیں تب انسان کو اس تبادلے کے لیے نقدی کی ضرورت ہوئی۔ حاصل یہ کہ آہستہ آہستہ انسانوں میں ابتدائی فطری ذریعۂ تبادلہ کے بعد وہ قابل مذمت تبادلہ شروع ہوا جس کا مقصد محض مال کا جمع کرنا تھا۔ (پالیٹکس، باب اول، حصہ سوم) (۵۶)
- اسی وقت سے نقد کا تصور شروع ہوا اور ان اشیا کو قدر کے تعین کے لیے اختیار کیا گیا جو نفع بخش تھیں اور ان کا ذریعۂ تبادلہ کے طور پر استعمال آسان تھا۔ جیسا کہ لوہا، چاندی، وغیرہ۔ ان اشیا میں پہلے تو وزن اور نوع کو معیار ٹھہرایا گیا اور بعد میں اس مشکل سے چھٹکارے لیے خاص نقش وضع کر لیے گئے جو کہ ان کی قدر وقیمت کے لیے بطور دلالت (Indicator) اختیار کیے گئے اور اسی کے ساتھ ساتھ فن تجارت اپنی مختلف اور متنوع شکلوں میں تشکیل پذیر ہونے لگا۔ اسی نقد پر انسانی مال داری کا تعین ہونے

۵۶- شاید یہی وہ نقطۂ افتراق ہے جہاں جدید فن معاشیات اور اس کے پس منظر میں موجود سرمایہ دارانہ نظام کے تصورات ونظریات اور قدیم یونانی معاشی تصور کے درمیان حد بندی ہو جاتی ہے۔ اموال کا جمع وذخیرہ ارسطو کی نظر میں ایک قابل مذمت عمل اور خصلت ہے، جب کہ سرمایہ داریت کی اٹھان ہی سرمایہ جمعی (Capital Accumulation) کے بنیادی تصور پر ہے۔

لگا۔ (پالیٹکس، باب اول، حصہ سوم)

- لیکن یہ نقد ہمارے خیال میں ایک بڑا مغالطہ ہے، اس کی اپنی کوئی طبعی اور ذاتی قیمت نہیں ہے، اس لیے کہ اگر اس نقد کے استعمال کرنے والے کسی زمانے میں اس کا استعمال چھوڑ دیتے ہیں، تو یہ نقد بے قدر ہو جائے گا اور جس کا سرمایہ اس نقد پر مشتمل ہو گا وہ فقیر و قلاش ہو جائے گا۔ (پالیٹکس، باب اول، حصہ سوم)
- طبعی اور فطری مال داری کا مطلب صرف مال کا جمع کرنا نہیں ہے، بلکہ فطری مال داری اور مال جمع کرنے کی سعی دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ فطری مال داری ایک خاص حد تک محدود رہتی ہے، جب کہ مال جمع کرنے کی کوئی حد نہیں ہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ نہ ختم ہونے والی طلب کے پورا کرنے کی سعی کی بجائے محدود مال داری کے حصول کی کوشش کرے۔ جو انسان مال داری کا مطلب مال جمع کرنا سمجھتا ہے وہ تمام فنون کو تجارتی ذرائع کی صورت میں تبدیل کر دینے کی سعی کرنے لگتا ہے، اس لیے کہ وہ سمجھتا ہے کہ تجارت ہی مقصد ہے اور ہر فن کو اسی مقصد کا تابع ہونا چاہیے۔ (پالیٹکس، باب اول، حصہ سوم)
- نقد مال جمع کرنے کی سعی ہی سے سودی معاملات رواج پذیر ہوئے ہیں، اور چوں کہ نقد قدر کا معیار ہے، از خود کوئی قابل انتفاع چیز نہیں جب کہ سود نقد ہی سے مزید نقد کے نفع اٹھانے کا نام ہے، اس لیے سود کو ایک برا اور ناپسندیدہ معاملہ قرار دیا گیا ہے، اس لیے کہ یہ نقد کے فطری اور طبعی اصول کے سراسر خلاف ہے اور نقد سے ایسا انتفاع ہے جس کے لیے نقد کو وضع ہی نہیں کیا گیا ہے۔ (پالیٹکس، باب اول، حصہ سوم)
- وسائل معاش کے بارے میں سب سے پہلے یہ جانچ لینا چاہیے کہ کون سا ذریعہ زیادہ سے زیادہ نفع بخش ہو سکتا ہے، اور کون سی جگہیں کس ذریعے کے استعمال میں زیادہ مفید ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح زمین پر کھیتی بونے اور درخت و باغات لگانے کے بارے میں بھی تجربہ حاصل کر لینا چاہیے۔ ساتھ ساتھ شہد کی مکھیاں اور دیگر مفید جانوروں اور پرندوں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنی چاہیے۔ فن تبادلہ سے متعلق معاملات کی تین اہم قسمیں ہیں: (۱) تجارت، (۲) سود، (۳) کرایہ داری۔ رزق و معاش مہیا کرنے کی ایک تیسری قسم بھی ہے جو پہلی دو اقسام کے درمیان ہے، اور وہ زمینی معدنیات سے استفادہ ہے۔ اس میں فطری معاش اور تبادلاتی معاش دونوں ہی جہتیں موجود ہیں۔[۵۷] (پالیٹکس، باب اول،

۵۷- اس ٹکڑے میں گو کہ ارسطو کے اپنے زمانے کے مطابق محدود ذرائع معاش کی تفصیل ہے، البتہ یہاں اس کا نقل اس ٹکڑے سے عمومی معاشی فکر کی عکاسی کرنا ہے۔

حصہ چہارم)

- سب سے دقیق اور اہم پیشہ وہ ہے جس میں خال خال لوگوں ہی کو قدرت وصلاحیت حاصل ہو۔ سب سے بدترین پیشہ وہ ہے جو انسانی جسم کو گھلا دے۔ غلاموں کے لیے وہ پیشہ سب سے لائق ہے جس میں جسمانی محنت زیادہ سے زیادہ ہو، اور سب سے کم تر پیشہ وہ ہے جس میں مہارت کے حصول کی لوگوں کو ضرورت ہی نہ ہو۔ (پالیٹکس، باب اول، حصہ چہارم)
- کسی بھی ریاست کے باسی یا تو اس ریاست کی جملہ اشیا میں شریک ہوں گے، یا کسی چیز میں شریک نہیں ہوں گے، یا بعض میں شریک ہوں گے اور بعض میں شریک نہیں ہوں گے۔ دوسرا احتمال تو ناممکن ہے، اس لیے کہ ایک اجتماعی نظم تو اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کے ماننے والے کسی نہ کسی طرح آپس میں شریک ضرور ہوں۔ اس بارے میں سقراط اور افلاطون کی بھی آرا ہیں، البتہ سب سے بہترین رائے تیسری ہے کہ ایک ریاست کے افراد کو تمام اشیا میں مکمل اشتراک ملک وحق دینا فساد کا موجب ہے، اس لیے ریاست کو ایک وحدت (Unit) بنانے میں اس طرح کا افراط کہ جملہ اشیا میں سب کو بطور مساوی مشترک ملکیت کا مالک سمجھا جائے کسی طرح سودمند نہیں ہے۔ چاہے یہ اشتراک عورتوں اور بچوں کے بارے میں اختیار کیا جائے یا پھر اشیا اور املاک کے بارے میں اختیار کیا جائے۔ (باب دوم، حصہ اول ودوم)
- ایک ریاست کے افراد کے ثروت واموال کی مکمل برابری اگر اس قدر نفع بخش ہے کہ ان میں سے کوئی دوسرے سے اس کے اموال مارنے کی کوشش نہیں کرے گا، تو یہ نقصان اور مضرت بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ ایسی صورت میں جو اصحاب ثروت تھے وہ اس برابر تقسیم کے بارے میں ہمیشہ یہی دعوے کرتے رہیں گے جو کچھ کم تر لوگوں کو دیا جارہا ہے وہ اس کے اہل نہیں ہیں، چناں چہ انتشار و کھلبلی کی یہ کیفیت ہر وقت ریاست کے نظم پر اثر انداز ہوتی رہے گی۔ (پالیٹکس، باب دوم، حصہ چہارم)
- کسی بھی ریاست کے عوام پانچ بنیادی شعبہ جات میں تقسیم ہوتے ہیں:

۱: کھیتی باڑی اور شجر کاری کرنے والے کسان وباغبان، یہ ریاست کو کھانا مہیا کرتے ہیں۔

۲: تکنیکی وفنی ماہرین، یہ اپنی پیشہ ورانہ مہارت کے ذریعے ریاست کو قابل رہائش بناتے ہیں۔

۳: تجارتی وکاروباری افراد، جو باہمی لین دین کے ذریعے ریاست کی تجارتی ترقی کا سبب بنتے ہیں۔

۴: طبقۂ مزدور، جو اپنی جسمانی صلاحیتوں کے ذریعے مختلف کام کاج میں اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔

۵: فوج و عسکری افراد، جو ریاست کو اندرونی و بیرونی خطرات سے حفاظت فراہم کرتے ہیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ عدالتی محکمہ، اور ریاستی امور کو چلانے والے ملازمین بھی ریاست کا حصہ ہوتے ہیں، جو عوامی خدمات مہیا کرنے کے پابند ہوتے ہیں۔(پالیٹکس، باب چہارم، حصہ پنجم و ہفتم)

- ہر ریاست بنیادی طور پر دو اکائیوں میں تقسیم ہوتی ہے:

(۱) طبقۂ امرا: یہ فراخ بال و خوش حال افراد کی ایک اقلیتی جماعت ہوتی ہے، اس طبقۂ ریاست کے لیے ارسطو نے اولیگر چیز (Oligarchies) کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

(۲) طبقۂ فقرا: یہ معاشی اعتبار سے کمزور افراد ہوتے ہیں اور یہ کسی بھی ریاست کی اکثریتی جماعت ہوتی ہے۔ اس طبقۂ ریاست کے لیے ارسطو نے جمہور / ڈیمو کریسیز (Democracies) کی اصطلاح استعمال کی ہے۔(پالیٹکس، باب چہارم، حصہ ہفتم)[۵۸]

- معاشرتی و معاشی تفاوت کے اعتبار سے ریاستی عوام میں تین طبقات ہوتے ہیں:

(۱) ایک وہ جو بہت زیادہ مال دار ہوتے ہیں۔

(۲) دوسرے وہ جو بہت زیادہ غریب ہوتے ہیں اور

(۳) تیسرے وہ جو معتدل ہوتے ہیں، نہ بہت ہی مال دار اور نہ بالکل ہی مفلس۔ سب سے زیادہ بہترین اور خوش و خرم سوسائٹی وہ ہے جس کی اکثریت معتدل، متوازن اور متوسط معاش رکھتی ہو، جو مال داروں سے کم اور مفلسوں سے زیادہ ہو۔ ایسے معاشرے میں امیر و غریب کے درمیان کشمکش کے رجحانات پنپنے نہیں پاتے، اسی بنا پر ایسی ریاست جس کے عوام میں متوسط لوگوں کی بہتات ہو، سب سے زیادہ مستحکم ریاست ہوتی ہے۔(باب چہارم، حصہ پنجم و ششم)

۵۸– باب چہارم کئی ایک قیمتی مباحث کی بنا پر بہت ہی مفید اور دل چسپ ہے، اور میرے خیال میں یہی چوتھا باب ارسطو کے اس تالیفی کارنامے کا مرکزہ ہے۔ اسی باب چہارم میں ارسطو نے جمہوری طرز حکومت کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں، جو اپنے قدیم تصورات کے باوجود بہت ہی دل چسپ تقسیم ہے۔ نیز اسی باب میں جمہوری طرز سیاست کے تین بنیادی شعبوں: انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ کے بارے میں بھی تفصیل ملتی ہے۔ چوں کہ یہ مباحث موضوع سیاسیات سے تعلق کی وجہ سے ہماری بحث سے خارج ہیں، اس لیے یہ مباحث یہاں بیان نہیں کیے جا رہے ہیں۔

- جملہ ریاستی امور و معاملات کو درستی سے جاری رکھنے کے لیے ہر ریاست کو چار اہم شعبہ جات کا قیام عمل میں لانا ضروری ہے:

۱: تجارتی وبازاری معاملات کے انتظام کی نگرانی کا شعبہ

۲: عام استعمال کی جگہوں اور برتنے کی اشیا کی تعمیر واصلاح، مثلاً راستوں وشاہراہوں کی مرمت، شہر کی باڑھوں اور فصیلوں کی دیکھ بھال، نہروں اور چشموں کی درستی، بندرگاہوں اور اس کے ملازمین کی نگرانی وغیرہ کا شعبہ

۳: ریاستی خرچ وآمدن کی تنظیم کا شعبہ

۴: اور عدالت وقضا کا شعبہ جو ریاست میں ہونے والے جرائم کے لیے لائحۂ عمل طے اور نافذ کرے۔(پالیٹکس، باب ششم، حصہ پنجم)[۵۹]

- خوشی سے بھرپور زندگی کے لیے انسانی ذہانت اور اخلاق وکردار کی بلندی کی ضرورت ہے، جس کے ساتھ ساتھ مادی اشیا کی معتدل مقدار ہو۔ ایسے لوگ جو ذہانت، کردار کی بلندی اور ضرورت کے بقدر معتدل مقدار میں اشیا رکھتے ہیں، وہ اپنی زندگی میں ایسے لوگوں سے زیادہ خوش رہتے ہیں جن کے پاس مادی اشیا کی تو بہتات ہو، لیکن وہ ذہانت اور کردار کے کورے ہوں۔(پالیٹکس، باب ہفتم، حصہ سوم وچہارم)

- ریاست کا سمندر سے ملحق ہونا مفید ہے، اس لیے کہ اس محل وقوع کی بنا پر بیرونی تجارت کی راہ ہموار ہوگی اور تجارت بڑھے گی۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ بیرون سے آنے والوں کے متعلق ریاست کو اپنی سالمیت، استحکام اور حفاظت وبقا کے ضروری اقدامات بھی کرنے ہوں گے۔ مزید یہ کہ ریاست کے تجارتی معاملات وہ ہونے چاہییں جن معاملات سے خود ریاست کے مفادات وابستہ ہوں، نہ کہ کسی اجنبی ریاست یا فرد کے۔(پالیٹکس، باب ہفتم، حصہ پنجم)

۵۹- اس اقتباس کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ ارسطو کی رائے کے مطابق تجارت وکاروبار کی نگرانی کا ادارہ دیگر اہم ریاستی اداروں میں سے ایک اہم ترین ادارہ ہے، اس ادارے کو ہم مروجہ اصطلاح کے مطابق وزارت تجارت کا ادارہ کہہ سکتے ہیں۔ اسی سے ریاستی استحکام میں ”کلی معاشیات“ کی درست خطوط پر استواری کے نظریے کی تاریخی اہمیت بھی معلوم ہوجاتی ہے۔

نتائج بحث

یونانی مفکرین کی معاشی آرا کے جائزہ لینے کے بعد مندرجہ ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں:

- گو کہ معاشیات بہ طور ایک مستقل فن و علم یونانی مفکرین کے ہاں زیر بحث نہیں رہا ہے، تاہم ان کی پیش کردہ سیاسی، سماجی، اخلاقی اور معاشرتی خیالات و آرا میں معاشی مشکلات کے حوالے سے کئی ایک اہم تعلیمات ملتی ہیں، ہیسئیڈ کو اس قدیم فن معاشیات کا اولین مفکر شمار کیا جاتا ہے جس نے اپنی شاعری میں معاشی مشکلات اور معاشی منصوبہ بندی کے حوالے سے کئی ایک اہم نکات کی طرف توجہ دلا کر متنبہ کیا ہے۔
- ہیسئیڈ کے بعد دیمو قراطیس کے پیش کردہ ادبی نکات میں سے معاشی مسائل کے حوالے سے پیش کردہ تعلیمات کو ذکر کیا گیا ہے، دیمو قراطیس کی تعلیمات میں ایک نمایاں بات یہ ہے کہ وہ انسانی زندگی میں مسرت و خوشی کے حصول کو سب سے اہم عنصر بتاتا ہے اور ساتھ ہی اس خوشی و مسرت کو مادیت کے تابع کرنے اور انسان کو محض روپے پیسے کا غلام بننے کے ساتھ جوڑنے کی بجائے انسانی تگ ودو اور محنت کے ساتھ جوڑ کر پیش کرتا ہے، لیکن اس تگ و دو کو اعتدال پر برقرار رکھنے کی تلقین کرتا ہے، اور یہ واضح کرتا ہے کہ غیر مختتم مادی فوائد کے حصول ہی کی کوشش کرنا اور اسی کوشش میں عمر کو فنا کرنا قابل تعریف نہیں ہے۔ یوں دیمو قراطیس کے خیالات مادی سرمایہ دارانہ نظریات سے مکمل طور پر متصادم ہیں۔
- سقراط کی معاشی تعلیمات، مکالمات افلاطون میں بکھری ہوئی ہیں۔ دیمو قراطیس کی طرح سقراط کے خیالات میں بھی مادی اشیا کے جمع کرنے اور کرتے رہنے کی مذمت کی گئی ہے، سقراط کے مطابق کسی معیشت دان کے لیے سب سے پہلے اپنے گھر اور اپنی جائیداد کی معاشی تنظیم ضروری ہے، نیز انسان کے لیے اس کی ملکیت میں پائی جانے والی نفع بخش اشیا ہی درحقیقت اس کی جائیداد ہے، نقصان دہ اشیا کو انسان کی جائیداد شمار نہیں کیا جاسکتا۔ معاشی تنظیم اور سرمائے کا درست استعمال وہ دو کلیدی نکتے ہیں جن کی طرف توجہ رکھنا معاشی استحکام کے لیے ازحد ضروری ہے، مزید برآں سقراط کی تعلیمات میں مذہبیت کے رنگ کا بھی آمیزہ شامل ہے، چناں چہ کسی کام کو اچھے طریقے سے انجام دینے کی قوت و طاقت کے

حصول کے لیے وہ انسان میں جن تین صفات کو ضروری سمجھتا ہے ان میں سے تیسری صفت اس شخص کا الٰہی اور ربانی صفات کا حامل ہونا ہے۔

- ایتھنز اکیڈمی کے بانی معروف فلسفی افلاطون کے معاشی افکار کے لیے ریپبلک ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، اس کتاب میں ایک مثالی ریاست اور اس کی مثالی سیاست کے بارے میں مکالماتی انداز ہی میں گفت گو کی گئی ہے، افلاطون انسان کو ایک سوسائٹی کے ساتھ جڑ کر رہنے والی اور ایک انسانی معاشرے کی محتاج مخلوق سمجھتا ہے، افلاطون کے تصورات میں معاشرے کی طبقاتی تقسیم نمایاں ہے، وہ کسی بھی معاشرے کے افراد کو تین طبقات؛ حکام، رعایا اور فوج میں تقسیم کر کے دیکھتا ہے، اور ان کی رہ نمائی کے لیے دانش وروں کی ایک جماعت کو ضروری بتاتا ہے، افلاطون کفایت شعار اور کم خرچ معاشرے کے حق میں گفت گو کرتے ہوئے آسائش میں منہمک قوم کی سختی کے ساتھ مذمت کرتے ہوئے زینوفون کے تصورات کی کھل کر مخالفت کرتا ہے جو زیادہ سے زیادہ پر آسائش زندگی کے اسباب مہیا کرنے کو انسانی کام یابی کی کلید سمجھتا ہے، افلاطون کہتا ہے کہ آسائشات کی دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے انسانوں کے معاشرے کو عن قریب عدم مساوات ایسی ناگفتہ بہ صورت حال سے دوچار ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔
- ان یونانی مفکرین میں سب سے آخر میں ارسطو کا تذکرہ کیا گیا ہے، جو اپنی قائم کردہ درس گاہ لائیسیم میں اہل یونان کو علم ودانش کے زیور سے آراستہ کیا کرتا تھا، اپنے پیش رو افلاطون کی طرح ارسطو کے نظریات میں بھی مذہبی رنگ نظر آتا ہے، وہ بخل اور فضول خرچی کی مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ دینی رسوم ورواج میں فراخ دلی سے سخاوت کرنے کو ایک اچھی صفت بتاتا ہے، اور دینی رسوم میں ہاتھ روکنے کو کمینہ پن تک کہتا ہے، ارسطو بھی دولت کی منصفانہ تقسیم کو عدل کی ایک اہم قسم شمار کرتا ہے، اشتراکی نظریۂ اقتصاد کے دونوں بنیادی نکتہ ہاے نظر "اجتماعی ملکیت" اور "یکساں اور مساوی معاوضہ واجرت اور حق الخدمت" کے بارے میں ارسطو کا دوٹوک موقف یہ ہے کہ "ریاست کے افراد کو تمام اشیا میں مکمل اشتراک ملک وحق دینا فساد کا موجب ہے، اس لیے ریاست کو ایک وحدت (Unit) بنانے میں اس طرح کا افراط کہ جملہ اشیا میں سب کو بطور مساوی مشترک ملکیت کا مالک سمجھا جائے کسی طرح سود مند نہیں ہے۔ چاہے یہ اشتراک عورتوں اور بچوں کے بارے میں اختیار کیا جائے یا پھر اشیا اور املاک کے بارے میں اختیار کیا جائے۔" "ایک ریاست کے افراد کے ثروت واموال کی مکمل برابری اگر اس قدر نفع بخش ہے کہ ان میں سے کوئی دوسرے سے اس کے اموال مارنے کی کوشش نہیں کرے گا، تو یہ

نقصان اور مضرت بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ ایسی صورت میں جو اصحاب ثروت تھے وہ اس برابر تقسیم کے بارے میں ہمیشہ یہی دعوے کرتے رہیں گے جو کچھ کم تر لوگوں کو دیا جارہا ہے وہ اس کے اہل نہیں ہیں، چناں چہ انتشار و کھلبلی کی یہ کیفیت ہر وقت ریاست کے نظم پر اثر انداز ہوتی رہے گی۔" البتہ وسائل معاش اور ذرائع پیداوار اختیار کرنے کے حوالے سے ارسطو کی تقسیم سقراط کی تقسیم سے زیادہ وسیع ہے، وہ کسی بھی ریاست کے عوام کو پانچ شعبہ جات میں تقسیم کرتا ہے، جب کہ معاشی اعتبار سے ارسطو قدرت کی فطری تقسیم کو تسلیم کرتے ہوئے عوام کو تین طبقات؛ امرا و اصحاب ثروت، متوسط معیشت رکھنے والے اور فقرا میں تقسیم کرتا ہے۔

- جدید فن معاشیات کے اصول و کلیات اور ان پر مبنی مختلف جدید اقتصادی نظریات و قوانین کے کئی ایک نکتہ ہائے نظر ایسے ہیں جن کے مقدمات و مبادی کا پتا یونانی فلاسفہ کی تعلیمات و ہدایات میں بجا طور پر ملتا ہے (جیسا کہ زیر نظر مقالے میں ذکر کردہ آرا میں دیکھا جاسکتا ہے)، مزید برآں، اس بات کو کھلے دل سے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ ان یونانی مفکرین کی عقلی پرواز انتہائی بلند تھی اور فکر و نظر گہرائی و گیرائی ایسے اوصاف سے متصف تھی اور گو کہ غلطیوں اور لغزشوں سے مکمل عصمت ان کو بہر حال حاصل نہیں تھی، تاہم یہ انسانی تاریخ کے وہ بہترین دماغ تھے جنھوں نے اپنی آرا و افکار سے اپنے نام اور کام کو امر کر دیا ہے، ان مفکرین کی تالیف کردہ کتب و رسائل میں موجود پر مغز اور پر حکمت تعلیمات و آرا میں ایسے جواہر ریزے بکھرے ہوئے ہیں جو آج بھی سماجیات، سیاسیات اور معاشیات کے کئی پہلوؤں سے کافی مفید ثابت ہوسکتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔